eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

ڈاکٹر نعیمہ بی بی / ڈاکٹر روبینہ پروین / غزل یعقوب
ٹیچنگ اینڈ ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد

Dr. Naeema Bibi Email: naeema.bibi@iiu.edu.pk
Dr. Robina Parveen Email: robina.parveen@iiu.edu.pk
Ghazal Yaqub Email: ghazal.yaqub@iiu.edu.pk
Teaching and Research Associate, Department Of Urdu, International Islamic University Islamabad

نالۂ شب گیر: مابعد جدید عورت کا اظہاریہ

NAALA E SHUB GEER
The Manifestation of the Postmodern Woman

DOI: https://doi.org/10.56276/tasdiq.v4i01.94

ABSTRACT

Postmodernism is modern contemporary theory. It gave birth to too many theories and ideas. One of the most important theories is feminism. This theory influenced fiction Urdu novels have also been influenced by postmodernism. That is why fiction writers have written postmodern novels. Which are different from Classical novels. The characters in these novels are also different from the traditional characters. Nowadays characters are being created in the novel that can be called postmodernism. Musharraf Aalim Zouqi is one of the greatest novelists of our time. He wrote many novels, one of the most important of these is the novel Naala e Shab Geer. The story of this novel consists of seven parts which have been given different titles. Which are as follows: Dasht-e-Khauf, Atash-e-Gul, Rig-e-Jinnu, Bahr-e-Zalamat, Wadi-e-Israr, Barish-e-Sang, and Safar-e-Akhar-e-Shab. The characters are portrayed in different ways. There is a story hidden in each title. His novel Naala-e- shubgeer presents the postmodernist concepts of women. Nahid Naz is a rebellious woman who wants to live a life of her own free will. That's why she wants to keep her husband under her control, and she rules over her husband in every way, just as men rule over their wives. She asks her husband to do women's work. Sometimes she wears him a saari, sometimes she asks him to apply lipstick. One night she orders her husband to leave the house and also tortures him, therefore, she emerges as a postmodern woman. This article critically examines Naheed Naz's postmodern behaviour.

KEYWORDS
Naala E Shub Geer, Novel, Postmodernism, Musharraf Aalim Zouqi, Feminism, Women, Ideology, Discourse, Dasht E Khauf

Received:
02-May-22
Accepted:
10-Jun-22
Online:
30-Jun-22

کلیدی الفاظ: نالۂ شب گیر, ناول، مابعد جدیدیت، مشرف عالم ذوقی، تانیثیت، نظریہ، خواتین، ڈسکورس، دشت خوف

مابعد جدیدیت عصر حاضر کی ایک جدید تھیوری یا نظریہ ہے۔ اس نے کئی نظریات کو جنم دیا۔ جن میں ایک اہم تھیوری تانیثیت کی ہے۔ اس تھیوری نے فکشن کو بھی متاثر کیا ہے۔ اردو ناول بھی مابعد جدیت سے متاثر ہوا ہے۔ اس لیے فکشن نگاروں نے مابعد جدید ناول لکھے ہیں۔ جو روایتی ناولوں سے مختلف ہیں۔ ان ناولوں کے کردار بھی روایتی کرداروں سے مختلف ہیں۔ عصر حاضر میں ناول میں ایسے کردرار تخلیق کیے جارہے ہیں جنھیں مابعد جدید کہا جا سکتا ہے۔ مشرف عالم ذوقی ہمارے عہد کے ایک بڑے ناول نگار ہیں۔ جنھوں نے کئی ناول لکھے جن میں ایک اہم ناول نالۂ شب گیر ہے۔ اس ناول کی کہانی سات حصوں پر مشتمل ہے۔ جن کو مختلف عنوان دیے گئے ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں:۔ دشتِ خوف، آتشِ گل، ریگِ جنوں، بحرِ ظلمات، وادئی اسرار، بارشِ سنگ، سفر آخرِ شب۔ ہر حصے کے عنوان کے تحت بہت ہی معنی خیز باتوں کو علامتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ان عنوانات کے ذریعے دراصل کہانی میں پیش کیے گئے کرداروں کی مختلف کیفیات کو ظاہر کیا گیا ہے ہر عنوان میں ایک کہانی پوشیدہ ہے انھوں نے اپنے ناول "نالۂ شب گیر" میں مابعد جدید عورت کا تصور پیش کیا ہے۔ ناہید ناز ایک باغی عورت ہے۔ جو اپنی مرضی سے زندگی گزارنا چاہتی ہے اسی لیے وہ اپنے شوہر کو بھی اپنا محکوم بنا کر رکھنا چاہتی ہے اور وہ اپنے شوہر پر ہر طرح کا حکم چلاتی ہے جیسے مرد اپنی بیویوں پر حکم چلاتے ہیں۔ وہ اپنے شوہر سے عورتوں والے کام کرواتی ہے۔ کبھی اسے ساری پہناتی ہے کبھی لپ سٹک لگانے کا کہتی ہے۔ ایک رات وہ اپنے شوہر کو گھر سے نکلنے کا حکم دے دیتی ہے اور اس پر تشدد بھی کرتی ہے۔ اس لیے وہ ایک مابعد جدید عورت کے روپ میں سامنے آتی ہے۔ اس مقالے میں ناہید ناز کے مابعد جدید رویے کا تنقیدی مطالعہ کیا گیا ہے۔

مابعد جدیدیت ایک تصور ایک نظریہ ہے ایک ایسا تصور جو مختلف تصورات کا مجموعہ ہے یا ایک نظریہ جس نے کئی نظریات کی تشکیل کی ہے۔ اس میں فنون لطیفہ، فن تعمیر، موسیقی، فلم ادب، سماجیات، معاشیات، مواصلات، فیشن اور ٹیکنالوجی سب تصورات و نظریات آجاتے ہیں۔ مابعد جدیدیت کی فکری اساس ساختیات، پس ساختیات، فلسفہ لسان، تانیثیت، نو تاریخیت، اور رد تشکیل جیسے نظریات اور فلسفوں پر قائم ہے۔

> درج بالا نظریات میں ایک اہم نظریہ تانیثیت کا بھی ہے۔ تانیثیت مابعد جدیدیت کی اہم فکری تحریک ہے۔ چوں کہ مابعد جدیدیت لامرکزیت کی قائل ہے اور مرکز کو رد کرتی ہے اس لیے اس نے معاشرے میں مرد کی برتری کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے معاشرے میں تانیثیت نے فروغ پایا۔ ڈاکٹر نجیبہ عارف کا کہنا ہے کہ تانیثیت کی تحریک کی ابتدا قرون وسطیٰ کے مذہب اساس معاشرے میں ہوئی۔ یورپ میں صدیوں سے غریب اور بد صورت لڑکیوں کو شادی نہ ہونے کی وجہ سے چرچ بھیج دیا جاتا تھا۔ وہیں کچھ خواتین نے پڑھ لکھ کر شعور سیکھا اور یہیں سے خواتین میں بیداری کی لہر بھی پیدا ہوئی۔ (1) آہستہ آہستہ خواتین سماجی طور پر مردوں کی برابری کرنے لگیں اور ان کے نظریات ادب میں بھی داخل ہونے شروع ہوئے۔

ابتدا میں خواتین کی طرف سے لکھے گئے ادب میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی موجودگی کو بڑھانے کے لیے جو کوششیں ہوئیں انھیں تانیثیت کا عنوان دیا گیا۔ بعد میں عورتیں اور مرد دونوں اس تحریک میں پیش پیش رہے جنھیں 'تانیثیت پسند (Feminists)' کہا گیا۔ ان لوگوں نے خواتین کے حق میں خوب آواز بلند کی۔ معاشرے میں عورت کی برابری کی بات کی۔ انھی میں کچھ ایسے مفکرین بھی پیدا ہوئے جنھوں نے تانیثیت کے نظری ڈسکورس میں حصہ لیا، اور فلسفیانہ طور پر اس

کے نظری مسائل سے بحث کی جس سے تانیثی تھیوری کی تشکیل عمل میں آئی۔ تانیثی تحریک کا بنیادی مقصد عورتوں کو مردوں کے مساوی سیاسی، سماجی، معاشی اور قانونی حقوق دلانا تھا اور ترقی کے میدان میں انھیں برابر کے مواقع فراہم کرانا تھا۔ تانیثیت، اپنے عام مفہوم میں، صرف عورتوں ہی کے مسائل کی ذمہ دار ہے اور جنس کے تعلق سے نابرابری کو ختم کر دینا چاہتی ہے۔ جیسے جیسے تانیثی تحریک فروغ پاتی گئی، اس کے نظری اور فلسفیانہ ڈسکورس میں بھی تبدیلی آتی گئی اور اب تانثیت میں بہت وسعت آچکی ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو اردو ناول نگاروں نے موجودہ صدی میں ایسے کردار تخلیق کیے ہیں جو مابعد جدید تانیثی کہلائے جاسکتے ہیں۔

> مشرف عالم ذوقی اکیسویں صدی کے اہم ناول نگاروں میں شمار کیے جاتے ہیں ان کے ناولوں میں "نالۂ شب گیر" ایک اہم ناول ہے جو دورِ حاضر کی عورتوں کی نفسیات کا بہترین عکاس ہے۔ اس ناول کی کہانی سات حصوں پر مشتمل ہے۔ جن کو مختلف عنوان دیے گئے ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں:۔ دشتِ خوف، آتش گل، ریگِ جنوں، بحر ظلمات، وادئی اسرار، بارشِ سنگ، سفر آخرِ شب۔ ہر حصے کے عنوان کے تحت بہت ہی معنی خیز باتوں کو علامتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ان عنوانات کے ذریعے دراصل کہانی میں پیش کیے گئے کرداروں کی مختلف کیفیات کو ظاہر کیا گیا ہے ہر عنوان میں ایک کہانی پوشیدہ ہے۔ ذوقی ناول کے انتساب میں لکھتے ہیں "ہر اس لڑکی کے نام جو باغی ہے اور اپنی شرطوں پر زندہ رہنا چاہتی ہے"(2)

ناہید ناز اور صوفیہ مشتاق احمد اس ناول کے دو اہم نسائی کردار ہیں۔ صوفیہ کا کردار معاشرہ کے اس چہرہ کی نقاب کشائی کرتا ہے، جہاں عورت گھر کی باندی ہے۔ بند شوں میں اس کا دم گھٹ رہا ہے اور وہ خوف کی علامت بن کر رہ گئی ہے۔ صوفیہ مشتاق کا کردار جس کمزور اور نادار عورت کا تصور پیش کرتا ہے۔ وہ دراصل اس عورت کا تصور ہے جس کو ملائیت نے ہر بار مذہب کی حفاظت کی آڑ لے کر اپنے پاؤں کی جوتی بنانا چاہا ہے۔ مسلسل جبر و ظلم اور ستم سہتی اس عورت کی نمائندگی صوفیہ مشتاق کر رہی ہے جس کے ہوتے ہوئے شوہر داشتہ رکھ رہا ہے یا پھر طوائفوں کے کوٹھوں پر جانا اس کا معمول تھا۔ عورت کو مرد کی زر خرید کھیتی سمجھا جاتا تھا۔ اسے بولنے کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ مرد اس کا کسی بھی طرح سے استعمال کر سکتا تھا۔ ہندو معاشرے میں عورت کی حدود و قیود مختلف تھیں مگر مسلمان معاشرے میں بھی عورت کو زیادہ آزادی حاصل نہیں تھی مسلمانوں کے رسوم و رواج مختلف تھے۔ انھوں نے عورت کو نہ صرف اپنا محکوم بنایا بلکہ عورت کو اس احسان کے بوجھ تلے اپنایا کہ اگر مرد اسے شادی نہ کرتا تو اس کی معاشرے میں کوئی اہمیت نہ ہوتی۔ چناں چہ مسلمان مرد نے عورت کو وہیں اپنایا جہاں وہ مجبور تھی۔ جہاں اسے مارا پیٹا یا سزا دی جاسکتی تھی اور مرد عورت سے نکاح یعنی "حلال" کر کے جبراًان کے مالک بن سکتے تھے۔ صوفیہ مشتاق اسی عورت کی نمائندگی کرتی نظر آتی ہے۔ معاشرے میں مرد عورت کے بارے میں جو تصورات رکھتا ہے انھیں نالۂ شب گیر میں ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔

> خدا نے مرد کا تصور کیا تو ساتھ ہی ناتراشیدہ خوف ناک چٹانوں اور عظیم الشان پہاڑوں کی تخلیق میں مصروف ہو گیا۔ خدا نے عورت کا تصور کیا تو گدلے پانی میں گڈمڈ ہوتی آسیبی پرچھائی کو دیکھا۔ عورت کی تخلیق کے ساتھ گدلے پانی کو عالمِ بالا سے عالمِ سفلی کی طرف اچھال دیا۔(3)

صوفیہ مشتاق جس سماجی جبر کا شکار نظر آتی ہے وہ اکیلا صوفیہ مشتاق کا المیہ نہیں تھا۔ صوفیہ مشتاق کا المیہ اس معاشرے میں بسنے والی ہر عورت کا المیہ تھا چاہے اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ یعنی عورت ہر زمان و مکان میں بندشوں میں گھری رہی ہے۔ ان بندشوں کی ایک مشترک وجہ مذہب اور دوسرا سماجی عزت کا خود ساختہ تصور تھا۔ لہٰذا جب مغرب کی عورت بیدار ہونا شروع ہوئی تو انھوں نے اپنی آزادی کے لیے بھرپور کوشش کی اور عورت کے پیدا ہونے کے عمل کو عورت بنانے کے عمل سے تعبیر کیا۔ دراصل عورتیں ہر سماج میں ہر عہد میں پدرسری معاشرے میں نئے طریقے سے ایجاد کی جاتی رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی ان عورتوں میں بغاوت کا جذبہ ابھرا پوری شدت سے ابھرا۔

ناہید ناز نالۂ شب گیر کا مرکزی کردار ہے جس کے اندر شدید باغی پن موجود ہے۔ ایک کردار جس کا جنم تو خوف سے ہوا ہے مگر وہ خوف کا خول اتارتے ہوئے پورے مرد سماج سے انتقام لینا چاہتی ہے۔ ناہید کا کردار ناول میں ایک واقعہ کے ذریعے متعارف کرایا جاتا ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ دہلی میں ایک کالج کی کم عمر لڑکی جو صبح سویرے اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک خالی بس میں بیٹھی کالج جارہی تھی اچانک بس میں سوار پانچ لوگوں نے بے رحمی کے ساتھ اس دوست کی موجودگی میں اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا اور چلتی بس سے دونوں کو باہر پھینک دیا۔۔۔یقینی طور پر ایسے واقعات پہلے بھی سامنے آئے تھے۔ لیکن بے رحمی اور درندگی کی ایسی مثالیں پہلے کم ملتی تھیں چناں چہ اس واقعہ نے دلی شہر کو احتجاج اور انقلاب کا شہر بنا دیا تھا۔۔۔ جنتر منتر سے لے کر دلی گیٹ اور انڈیا گیٹ تک ہزاروں لاکھوں لوگ اس احتجاج میں شریک ہوتے ہیں۔ جن میں ناہید ناز اور اس کا شوہر بھی شریک تھے۔ یہیں سے ناہید ناز کے اندر چھپی اس باغی عورت کا ورود ہوتا ہے۔ چناں چہ وہ اپنی بغاوت کا اظہار ڈھکے چھپے الفاظ کے بجائے بہانگ دہل یوں کرتی ہے۔

> یہاں اتنی بھیڑ ہے۔ یہ لوگ مار کیوں نہیں دیتے ان پولیس بھیڑیے کو؟ مردوں کو؟ نوچتے رہو عورتوں کو۔ شکار بناتے رہو۔ بسوں سے باہر پھینکتے رہو۔۔۔ گھر سے باہر نکلنے پر پابندیاں لگادو۔ گدھ کی طرح للچائی نظروں سے گھورتے رہو۔ اور ہم خاموش رہیں، کیوں خاموش رہیں ہم؟(4)

ناہید ناز کا کردار صدیوں سے محکوم اس عورت کا کردار ہے جو ماضی کی محکوم عورت کے سماجی و معاشرتی رول سے اکتا چکی ہے۔ وہ معاشرے میں ایک جدید عورت ہونے کی حیثیت سے کچھ نیا کرنا چاہتی ہے۔ وہ تاریخ میں موجود صدیوں سے جبر سہتی ہوئی عورت کے استعارے کے طور پر سامنے آتی ہے۔ وہ مذہب بیزار ہے۔ اس لیے کہتی ہے:

> یہاں کے مردوں نے مذہب کو اپنی لنگیوں، داڑھی اور ٹوپیوں میں سی لیا ہے۔ اور جب دیکھو ان کے اندر کا جنگلی جانور بھی سامنے آجاتا ہے۔ جانور جاتا تو سجدے جاگتے۔ سجدے سے اٹھتے تو پھر جانور لنگیوں سے باہر آنے کو بے چین رہتا۔۔۔۔۔(5)

ایک اور جگہ وہ اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتی ہے:

> وہ پوری شدت سے چیخی تھی، مذہب آپ کے گندے انڈر ویئر میں ہوتا ہے۔ اور مرد جب تب عورت کے استحصال کے لیے مذہب کو اسی میلے انڈر ویئر سے نکال لیتے ہیں۔ اور مجھے معاشرہ، مذہب، آزادی کا خوف نہ دکھایئے آپ جیسے جونا گڑھ کے ہیجڑوں نے مذہب کو، عورت کو، سماج کو صرف اپنی ملکیت سمجھ رکھا ہے۔(6)

دراصل ناہید ناز اپنے طرز عمل سے کئی قرنوں سے عورت کے متعینہ سماجی رول سے نفرت کرتی ہے اور عورت سے منسوب سے ہر اس پہلو کی نفی کرتی ہے جو عورت کو کمزور ثابت کرتا ہے۔ عورت کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ جسمانی لحاظ سے کمزور ہے اور اسے ہمیشہ بیوی ہی بن کر رہنا ہے۔ لہٰذا اس جسمانی کمزوری کو اس کی معذوری ٹھہرا کر اس پر ظلم و تشدد ایک مذہبی فریضہ تھا۔

اسی لیے عورت پنے کے اس تصور خلاف کے ناہید ایک ایسی عورت کے طور پر ابھرتی ہے جو روایت سے بغاوت کی عمدہ مثال ہے۔ ناہید کی سوچ عورت کے حوالے سے بڑی واضح ہے وہ اکثر و بیشتر یہی سوچتی رہتی ہے کہ صدیوں سے کائنات میں مردوں نے عورت کی صلاحیتوں کو دبا کر صرف استعمال اور استحصال کا ذریعہ بنا دیا تھا حقیقت یہ ہے کہ مرد آزادی اور بڑے بڑے فلسفوں پر گفتگو کرنے کے باوجود عورت پر پابندیاں لگاتا ہے لڑکوں کو آزادی دیتے ہوئے یہ معاشرہ لڑکیوں کی آزادی سلب کر لیتا ہے۔ اسے عزت کی چیز بنا کر گھر میں محبوس رکھتا ہے کبھی اسے دوپٹہ دے دیتا ہے، کبھی حجاب۔ کبھی اسے اپنوں سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ لڑکوں کے لیے کوئی شرط نہیں رکھی جاتی۔ لڑکیوں کو عذاب سمجھا جاتا ہے۔ گھر کی عورت پہروں، بندشوں اور گھٹن کا شکار رہتی ہے۔ سینکڑوں، ہزاروں برسوں کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو عورت کا بس ایک ہی چہرہ بار بار سامنے آتا ہے۔ حقارت، نفرت اور جسمانی استحصال کے ساتھ مرد کبھی بھی اسے برابری کا درجہ نہیں دے پایا۔ لہٰذا ایسے میں اگر عورت بغاوت پر اترتی ہے تو یہ انہونی بات نہیں ہونی چاہیے۔ اس لیے ناہید ناز کے ہاں مرد ایک جانور کے روپ سے مشابہہ ہے جو عورت کے جذبات و احساسات کو سمجھ نہیں سکتا اور وہ عورت کو بھی ایک جانور ہی سمجھتا ہے۔

عورت کو ایک ایسا 'جانور' سمجھا جاتا ہے جس کا کام مرد کی جسمانی بھوک کو مٹانا تھا اور ہزاروں برسوں کی تاریخ میں یہ عورتیں سہمی ہوئی اپنا استحصال دیکھتے ہوئے خاموش تھیں، کبھی نہ کبھی اس بغاوت کی چنگاری کو تو پیدا ہونا ہی تھا۔ ناہید ناز جیسی عورت کا ہندوستانی سماج میں اتنا شدید باغی پن اس بات کی علامت ہے کہ اس سماج میں عورت پر پابندیاں بھی زیادہ تھیں۔ معاشرہ ہر لحاظ سے عورت کا دم گھوٹ رہا تھا۔ ناہید کے اندر بغاوت کی چنگاری جب ابھرتی ہے تو وہ اس کا اظہار یوں کرتی ہے:

> کس نے مارا میری نکہت کو... آپ سب نے مل کر مارا ہے میری نکہت کو'...
>
> 'اندر چلو۔' اماں زور سے کھینچ رہی تھیں۔ 'بے غیرت...' ابو چاچا کی آواز سنائی پڑی...
>
> اور یہی لمحہ تھا جب اس لفظ نے میرے اندر کی غیرت کو جگا دیا تھا۔
>
> 'ہاتھ چھوڑو اماں۔' میں نے زور سے دھکا دے کر اماں سے ہاتھ چھڑا لیا—'بے غیرت... آج کسی نے کچھ کہا تو میں کہہ رہی ہوں اتنا برا ہوگا کہ کبھی نہیں ہوا ہوگا۔ بے غیرت... ارے کس نے کہا بے غیرت... اس گھر کے مردوں کو غیرت سے واسطہ بھی ہے... کس غیرت کی باتیں کرتے ہیں یہ لوگ... ارے اس گھر کی لڑکیاں تو پیدا ہوتے ہی ان مردوں کے سائز تک سے واقف ہو جاتی ہیں۔
>
> نکہت بے غیرت نہیں ہے۔' میں گلہ پھاڑ کر چیخی تھی۔ 'آپ لوگ لڑکیوں کو پیدا ہونے سے پہلی ہی جوان کر دیتے اور مار دیتے ہیں۔ اسے بڑھنے کہاں دیتے ہو۔ آپ کی شرافت ان بوسیدہ دیواروں کے ذرے ذرے میں چھپی ہوئی ہے۔(7)

ناہید ناز کا کردار عورت کے اختصاص کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ کس طرح جدید عہد کی عورت اپنے اختصاصی رویے کی وجہ سے معاشرتی گھٹن سے گھبرا کر اپنے لیے انفرادیت کی راہ دیکھ رہی ہے اور وہ مرد سے چھٹکارا پانا چاہتی ہے اس کا شعور ذات اور اس کی نفسیات اسے حد سے زیادہ طاقت بخشتے ہیں۔ ناہید ناز پورے ناول پر حاوی وہ کردار ہے جو ہر جگہ بے دھڑک بولتی ہے۔ وہ عورت کے حق میں ببانگ دہل اپنی آواز بلند کر رہی ہے۔ ناہید ناز دراصل ہر اس ہندوستانی عورت کی نمائندہ کردار ہے جو اب مردوں کے تسلط سے آزادی چاہتی ہیں اور انھیں مردوں کے ساتھ رہنا غلامی نظر آتی ہے اور وہ اس میں حق بجانب بھی ہیں۔ کہاں تو ہندوستانی معاشرے میں وہ عورتیں تھیں جو گھر کی چار دیواری میں بند تھیں۔ پردے کی قید میں تھیں۔ گھر میں موٹے موٹے پردوں کے درمیان زندگی بسر کرنے والی عورتیں یا گھر سے باہر سر سے لے کر پاؤں تک برقعوں میں لپٹی عورتیں تھیں اور اب ناہید ناز جیسی ہی آزاد خیال عورتیں ہیں جو کھلے عام سگریٹ پیتی ہیں اور اپنے الفاظ سے ہستی کو نیستی میں بدلتی ہیں۔ ناہید ناز کہتی ہے۔

> تم مردوں کا بس چلے تو بس ہمیں ہاؤس وائف بنا کر ہی رکھو۔ نمائشی گڑیا— جیسا تم صدیوں سے ہمیں بناتے رہے ہو۔ عورت گھر میں رہے۔ گھر کا کام کاج کرے۔ برتن صاف کرے۔ کھانا پکائے۔ جھاڑو دے۔ برتن صاف کرے۔ تمہارے بچے پیدا کرے۔ اور بچوں کی دیکھ بھال کرے۔ اور ایک دن گھس گھس کر مر جائے۔(8)

یہی وجہ ہے کہ ناہید مردوں جیسی حرکتیں کرتی پھرتی ہے۔ اور بغاوت کا استعارہ بن کر سامنے آتی ہے۔ وہ بیوی نہیں شوہر کے روپ کو پسند کرتی ہے اور دنیا کو بھی یہی دکھلاتی اور بتاتی ہے۔ وہ شوہر کو لپ اسٹک لگواتی ہے۔ اس کو ساڑھی پہناتی ہے یہاں تک کہ اس کو چوڑیاں تک پہنا دیتی ہے۔ وہ شوہر پر اس طرح حکم چلاتی ہے جس طرح شوہر بیوی پر حکم چلاتا ہے۔

> وہ شوہر نہیں ہے۔ خدا کے لیے انہیں شوہر نہ کہیے... وہ میری بیوی ہیں...' ناہید نے کھلکھلا کر جواب دیا۔ اور اب میری حراست میں ہیں۔(9)

ایک ایسے معاشرے میں جہاں مرد صرف اور صرف ظالم اور حاکم رہا ہو اس نے ہمیشہ عورت پر حکومت کی ہو اور عورت کو پاؤں کی جوتی کے برابر بھی اہمیت نہ دی ہو وہاں نتیجے کے طور پر ناہید ناز جیسی الٹرا ماڈرن عورت سماجی جبر کا اظہاریہ بن کر سامنے آجاتی ہے۔ چناں چہ معاشرے کو اپنے جبری رویوں پر از سر نو غور کرنے کی ضرورت ہے۔ عورت سے منسوب عزت کے معیارات کو بدلنے کی ضرورت ہے ورنہ یہ مابعد جدید عورت کا رویہ معاشرے کی کھوکھلی بنیادوں کو ملیا میٹ کر کے جس معاشرے کی بنیاد رکھے گا۔ وہ ناہید ناز کی پیش کردہ لغت کے مطابق ہی ہوگا۔ ناہید کو جب ایک ادارے میں لغت نویسی کا کام ملتا ہے تو وہ لغت میں ان تمام الفاظ کے معنی تک بدل دیتی ہے۔ جو خالصتاً عورتوں کی تضحیک سے منسوب ہیں۔

> جیسے آوارہ... اس نے آوارہ کے آگے لکھا... بد چلن مرد۔ مردوں کے چال چلن عام طور پر خراب ہوتے ہیں۔
>
> فاحشہ... بدکار مرد...
>
> حرام کار... بدکار مرد...
>
> حرامی... بدذات مرد...
>
> مطعون... بدنام زمانہ مرد...

طوائف... ناچنے گانے والا مرد...

ہیجڑا۔ مردوں کی اعلیٰ قسم

رنڈی۔۔۔۔ بازارو مرد

عیاش۔۔۔۔۔ یہ بھی مردوں کی صفت ہے۔۔

کلنکنی۔۔۔۔ بدذات مرد

حرافہ۔۔۔۔ بدکار مرد۔(10)

ایک ایسے معاشرے میں جہاں عورت کی کوئی شناخت نہ ہو اور عورت کو حاشیے پر رکھا جاتا ہو وہاں ناہید ناز جیسی باغی عورت کا پیدا ہونا کوئی بڑی بات نہیں رہتی۔ یہ عورت بھی اپنی شناخت کی متمنی ہے۔ عورت کو پہلا گھر باپ ک ملتا ا۔ یہاں بھی اس کی کوئی شناخت نہیں وہ بیٹی رہتی ہے۔ اور باپ کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے۔ شادی کرتی ہے تو شوہر کے حوالے سے شناخت کی جاتی ہے۔ یعنی بیوی کی کوئی شوہر کی شناخت نہیں مرد سے منسوب ہونا ہی عورت کی ہر شناخت بن جاتی ہے — عورت کے پاس اس کی اپنی شناخت کہاں رہ جاتی ہے۔ اس لیے ناہید ناز ہمہ وقت شوہر بننے کے لیے کوشاں رہتی ہے اس نے اپنے شوہر کمال یوسف کے بہت سے فرائض میں یہ بات بھی شامل کر رکھی تھی کہ وہ اسے ہمہ وقت خوش رکھے۔ مسلمان معاشرے میں بیویوں کے ساتھ ایسے مظالم کیے جاتے ہیں کہ مہذب سماج اس ظلم کو سننے اور سہنے کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے اس لیے ناہید ناز اپنے وجود کی بقا اور عورت پنے کو برقرار رکھتے ہوئے مرد کی برابری کی دعوے دار تو بنتی ہی ہے مگر وہ کچھ اس سے ماورا بھی چاہتی ہے۔ اس لیے وہ اپنی بقا کے لیے مرد کو نیچا دکھانا چاہتی ہے اور ہر اس حربے کو آزماتی ہے جس کے ذریعے وہ مرد کو کمزور تر اور ہیچ و گھٹیا ثابت کر سکے۔ ناہید ناز عورت کی مرد سے برابری بلکہ برتری کی قائل ہے۔ اس لیے وہ کچھ ایسا چاہتی ہے جو عورت کو مرد سے ماسوا ثابت کرے۔ اس لیے وہ اپنے طرزِ عمل سے عورت کو برتر ثابت کرنے کی کوشش یوں کرتی ہے۔

> رات دس بجے بیڈ روم کا دروازہ زور سے کھلا — جیسے زلزلے کا جھٹکا آیا ہو — میں نے دیکھا — دروازے پر ناہید تھی — اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک بڑا سا ڈنڈا تھا — منہ سے خوفناک آواز نکالتی ہوئی وہ حملہ آور موڈ میں میری طرف رہی تھی... نکلو... نکلو... یہاں سے۔ میں نے کہا تھا... تمہارے ساتھ رہنا مشکل ہے۔ اب حد ہو چکی ہے۔ اب تم اس گھر میں نہیں رہ سکتے۔
>
> بس نکلو — ورنہ دھکے مار کر... 'لوہے کا ڈنڈا پاگل پن کے انداز میں گھماتی ہوئی وہ مجھے باہر والے دروازے تک لے آئی — اُس کے چہرے کا رنگ اچانک بدلا تھا — اب اُس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی — وہ غصہ سے میری طرف دیکھتی ہوئی.
>
> چیخی — تم لوگ ایسے ہی اپنی بیویوں کو گھر سے باہر نکالتے ہو نا —؟ دھکے مار کر...؟ سوچتے بھی نہیں کہ وہ کیا کرے گی؟ کہاں جائے گی — تمہارے الفاظ اُس پر کیا اثر کریں گے؟ سب کچھ بھول جاتے ہو تم لوگ نا...؟ اب میں یہی کرنے والی ہوں... دیکھ کیا رہے ہو — نکلو باہر... باہر نکلو —(11)

ناہید ناز ہندوستانی معاشرے میں صدیوں سے محبوس عورت کی آزادی کی پیامبر بن کر سامنے آئی ہے۔ اگرچہ آج بھی ہندوستان و پاکستان میں آزاد عورت کا وجود ممکن نہیں جتنی آزاد ناہید ناز تھی لیکن یہ ایک کردار اس بات کی علامت ہے کہ اب

عورت آزادی چاہتی ہے اور اگر اسے مزید پابۂ زنجیر رکھا گیا تو وہ اس آزادی کو چھین کر حاصل کر لے گی۔ کیوں کہ ایسی عورتیں اب اپنی شناخت کے لیے ہر لمحہ کوشاں رہتی ہیں ہر چند کہ معاشرے کی مقتدر طاقتیں ناہید ناز جیسے کرداروں کو شاید قبول نہ کرتی ہوں مگر مابعد جدید ناولوں کے کردار یہ ثابت کرتے ہیں کہ اب ایسی عورتیں وجود رکھنے لگی ہیں جو کسی بھی وقت بم دھماکے کی طرح پھٹ کر اپنی معاشرتی گھٹن کا اظہار کر سکتی ہیں۔ پھر ان کا دھماکہ معاشرے کے لیے سخت نقصان دہ ہو گا۔ مابعد مصنفین نے تانیثی حوالوں سے عورت کو حاکم تسلیم کرنا شروع کیا ہے تب ہی ایسے لازوال کردار تخلیق ہو رہے ہیں۔

حوالہ جات

1. نجیبہ عارف،" تانیثیت کے بنیادی مباحث"، مشمولہ اسلام، پاکستان اور مغرب(علمی و ادبی تناظر)، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، 2015ء)، ص208۔
2. مشرف عالم ذوقی، نالۂ شب گیر، لاہور، صریر پبلی کیشنز، ص3
3. ایضاً، ص20
4. ایضاً، ص75
5. ایضاً، ص148
6. ایضاً، ص82
7. ایضاً، ص168
8. ایضاً، ص100
9. ایضاً، ص70
10. ایضاً، ص260
11. ایضاً، ص296